Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 4.94
ISSN No. 2456-1665

Sir Sayyad : The Praiser of Hali

حالیؔ کے ممدوح: سرسید

Syed Fareed Ahmad Nahri
Asso. Prof. & Head Dept. of Urdu
Milliya Arts, Science & Management Science College, Beed

فرید احمد نہریؔ
اسوسی ایٹ پروفیسر وصدر شعبہء اُردو
ملیہ آرٹس، سائنس اینڈ مینجمنٹ سائنس کالج، بیڑ (مہاراشٹر)

قرآن حکیم میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَ نْفُسِہِمْ۔ (سورۃ الرعد آیت ۔ ۱۱ کا پہلا حصّہ)

ترجمانی : "واقعی، اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتے جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے۔"یعنی اگر گروہ انسانی کی حالت میں بگاڑ اور تنزّل پیدا ہوتا ہے تو وہ گروہ خود ہی اس بگاڑ اور تنزّل کا باعث اور ذمہ دار ہوتا ہے۔" (مولانا اشرف علی تھانویؒ)

ظفر علی خان نے اس بات کو الگ کر خرابی سے بہتری کی طرف جانے کی خواہش کی نشاندہی کی ہے، کہتے ہیں:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ظفر علی خان کی یہ بات درست ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ بہتری کی جانب رواں ہونا، احساس زیاں کے پیدا ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اسی کی طرف اقبالؔ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے :

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اللہ نے آل فرعون کے کفر اور گناہوں کی پاداش میں ان کی پکڑ اور عتاب کے ذکر کے بعد سورۃ الانفال آیت ۔ ۲۵ میں فرمایا :

"یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ امر سبب ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں۔(ترجمانی: مولانا اشرف علی تھانویؒ)

خواجہ الطاف حسین حالیؔ پانی پتی نے سرسید احمد خاں کی بائیو گرافی، "حیات جاوید" کے نام سے لکھی۔ کتاب کا نام ہی سرسید کے ممدوح ہونے کی پرزور صراحت کرتا ہے۔ حالی یہ جتاتے ہیں اور ہم بھی اسے مان ہی لیں کہ سرسید کی حیات "حیات جاوید" ہے۔ یہ اردو کی پہلی اہم باضابطہ اور مبسوط سوانح عمری ہے۔ اسے علامہ شبلیؔ نے "مدلل مداحی" کا نام دیا ہے۔ مدح اگر مدلل ہے تو "مداحی" میں کیا حرج ہے؟ ویسے یہ دیکھا جانا بھی ضروری ہے کہ دلیلوں کی نوعیت کیا ہے اور ان میں کتنا وزن ہے، لیکن اس طرح کا جائزہ اور تجزیہ فی الحال میرے موضوع سے خارج ہے۔

حالی نے بتایا کہ سرسید احمد خاں اور خود وہ بھی مسلمانوں کی حالت اور حالات زمانہ کے بارے میں اپنے طور پر غور و فکر اور تجزیہ کر کے اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہم نے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے باعث عزت و حاکمیت اور وقار و سربلندی کا مقام گنوا دیا ہے۔

یہ بات میرے موضوع سے متعلق نہیں ہے کہ ان کا محکومیت کو مستقل سمجھ کر اس پر راضی رہنا کس وجہ سے تھا اور یہ کہ درست تھا یا نادرست۔ ہم یہ تسلیم کر کے چلتے ہیں کہ ان حضرات نے بڑی نیک نیتی اور خلوص سے یہی سمجھا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ سرسید اور حالیؔ کی نیک نیتی وخلوص کے بارے میں دو رائے نہیں ہیں۔

جب یہ طے ہو کہ محکوم بن کر رہنا ہے تو ان صفات واوصاف کا معلوم کیا جانا اور انھیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوا جو اس حال کے موافق ہوں۔ چنانچہ سرسید کی ''پالیسی'' (جی ہاں! ان الفاظ کے بھی انگریزی مترادفات کا استعمال ہمیں سرسید اور حالیؔ کے پاس اکثر ملتا ہے جو اردو میں موجود اور عام طور پر رائج تھے) کے بارے میں حالیؔ کہتے ہیں :

"اس بزرگ کی پالیسی ہم کو نصیحت کرتی ہے کہ زمانے کی مخالفت کو خدا کی مخالفت سمجھ کر اس کے ساتھ موافقت پیدا کرو تا کہ دنیا میں آرام سے رہو اور عزت کی زندگی بسر کرو۔ جب تم میں عمدہ حاکم بننے کی قابلیت باقی نہ رہے تو عمدہ رعیت بننے میں کوشش کرو تا کہ دونوں عمدگیوں سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو۔ وہ بتاتی ہے کہ کوئی قوم محکوم ہونے کی حالت میں کیونکر قومی عزت حاصل کر سکتی ہے اور کیا شائستہ گورنمنٹ میں کیونکر اس کا رسوخ واعتبار بڑھ سکتا ہے۔"

سرسید اور حالیؔ کے غور وفکر اور صورت حال کے تجزیے نے انھیں یہ بتایا تھا کہ ہم ''دنیا میں آرام اور عزت کی زندگی'' سے محروم ہیں اور ان کے تجزیے کے مطابق اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان تعلیم کے میدان میں بہت پسماندہ اور معاشی طور پر بدحال تھے۔ اس لیے ان کا اپنا یہ مطمح نظر یعنی ''دنیا میں آرام وعزت کی زندگی'' کا حصول ان دونوں کمیوں کے دور کرنے پر منحصر تھا۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھیے کہ آج اکیسویں صدی کے اوائل میں بھی اکثر تجزیہ کار اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلمان تعلیم کے میدان میں بہت پچھڑے ہوئے ہیں اور معاشی بدحالی کا بھی شکار ہیں۔ سرسید اور ان کے تتبع میں حالیؔ کا اس بات پر یقین تھا "چلو تم ادھر کو، ہوا ہو جدھر کی" اسی لیے انہوں نے تجارت کا دوسرا میدان اس زمانے کے مسلمانوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر یہ طے کیا تھا۔

قوم کی حقیقی خیر خواہی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک بہت سے کام ان کی عقل اور عادت اور مرضی کے خلاف نہ کیے جائیں اور ان کی مخالفت کو صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت نہ کیا جائے۔

یہ بات آج بھی درست ہے کہ عام طور پر رائج تصورات اور خواہشات کے علی الرغم جدوجہد کر کے ہی کسی بہتر صورت حال تک پہنچنا ممکن ہے۔

حالیؔ نے سرسید کے بہت سے اوصاف کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ سرسید چاہتے تھے کہ یہ اوصاف ان کی قوم میں بھی پیدا ہو جائیں ان میں چند اوصاف یہ ہیں:

قوم کی حقیقی خیر خواہی

خودداری اور عزتِ نفس

قوم ووطن کی محبت اور حمیت

حرص، طمع، خود غرضی، جھوٹ، آرام طلبی اور عیش وعشرت سے کنارہ کشی

حق پسندی

تعصّبات سے دوری

غیر قوموں کے ساتھ حسن معاشرت

جو کہنا وہ کرنا، قول وفعل میں مطابقت، دل اور زبان کی یکجائی

وقت کی قدر

ڈیوٹی کا خیال یعنی اپنے مفوضہ کاموں کی بہتر طور پر تکمیل

بے کار نہ رہنا، مرتے دم تک کام میں لگے رہنا وغیرہ۔

حالی نے سرسید کی زندگی کے واقعاتی حوالوں کے ذریعے بیان کیا ہے کہ یہ تمام اور ان کے علاوہ بھی بہت سے عمدہ اوصاف سرسید میں موجود تھے۔اس بات سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ زمانۂ شباب کی رنگینیوں کے مختصر دور کو چھوڑ کر سرسید کی تمام تر زندگی قوم وطن کی محبت اور جد و جہد سے عبارت ہے۔اور اس بات کا مُنہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ جن جن چیزوں کو قوم کے حق میں خیر اور مفید سمجھتے تھے ان چیزوں کو لوگوں کیلئے حاصل کرنے اور لوگوں میں پیدا کرنے کی کوششیں وہ اپنی آخری سانس تک کرتے رہے۔انتقال سے کچھ قبل تک ان کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل، نعم المولی و نعم النصیر

اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز بہترین آقا اور بہترین مددگار ہے۔

قومی خیر خواہی کے سلسلے میں سب سے اہم بات جو سرسید نے محسوس کی وہ قوم کی تعلیمی ترقی، ذہن سازی اور تربیت کے لیے کوشش کرنی تھی۔

سائنٹفک سوسائٹی کا قیام، غازی پور میں مدرسے کا قیام، برٹش انڈین اسوسی ایشین قائم کرنا، شمالی اضلاع میں تعلیمی کمیٹیاں قائم کرنا اور ایم۔اے۔او کالج کا قیام وغیرہ اس قبیل کے اہم اقدامات ہیں۔سرسید نے اس خصوص میں نہ صرف عملی جد وجہد کی اور خوب کی بلکہ اپنے خیالات لوگوں تک پہنچانے کے لیے مضامین لکھے اور رسالہ "تہذیب الاخلاق" کے ذریعے ان کی اشاعت کی۔انھیں توقع تھی کہ اُن کی اِن کوششوں کے نتیجے میں تعلیمی ترقی کا احساس پیدا ہونے کے علاوہ معاشی خوش حالی اور عزت کا مقام ملنے کی راہیں بھی ہموار ہوں گی۔

حالی نے بیان کیا کہ سرسید کی تمام زندگی حق پسندی، بے تعصبی اور دیانت داری سے عبارت تھی۔ان کی زندگی حرص، طمع، خود غرضی، جھوٹ، آرام طلبی اور عیش و عشرت سے کنارہ کشی کا نمونہ ہے۔ان تھک جد وجہد اور اپنے مخالفین کے لیے بھی ہمدردی و دردمندی سرسید کا نمایاں وصف ہے۔شدید نظریاتی اختلاف رکھنے والے اکبر الٰہ آبادی نے بھی سرسید کے انتقال کے بعد کہا۔

یہ سمجھو فرق جو ہے کہنے والے کرنے والے میں
ہماری باتیں ہی باتیں ہیں، سید کام کرتا تھا

By : SYED FAREED AHMAD NAHRI
Email: sfa123.nahri@gmail.com   Mob: 9225303317